

کے لئے حاکم وقت یا مجاز افر کی اجازت بھی ضروری ہے۔

کما فی الہندیۃ والملک فی الموات یثبت بالاحیاء باذن الامام
عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف و محمد یثبت بنفس الاحیاء (الہندیہ ۵/۳۸۶)
اور علامہ صلی نے لکھا ہے: اذا احی مسلم او ذمی ارضاً غیر منتفع بہا ولیست بمملوکہ
لمسلم ولا لذمی ملکها ان اذن له الامام فی ذلک وقال یملکها بلا اذنه هذا لو
کان مسلماً فلو کان ذمیاً شرط الاذن اتفاقاً (در مختار علی حاشیہ رد المحتار ۵/۲۷۷)
اگرچہ فقہاء احناف نے امام صاحب کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

کما قال العلامة ابن عابدین: وقول الامام هو المختار ولذا قدمہ فی
الخانیۃ والملتقی کعاد تہما وبہ اخذ الطحاوی وعلیہ المتون (در المختار ۵/۲۷۸)
تو چونکہ صورت مسئلہ میں دونوں طرح کی شرائط موجود ہیں (۱) ایک تو گاؤں کے بعض باشندگان نے اس غیر آباد
ارضی کو آباد کیا ہے۔ (۲) مجاز افران نے آباد شدہ ارضی کو ان آبادکاروں کے نام بھی کیا ہے اس لئے ان شرائط کی
موجودگی میں مذکورہ بالا تفصیل کی رو سے شرعیہ آبادکاران ارضی کے مالکان ہیں ان کو اس ارضی پر جملہ حقوق مالکان
حاصل ہیں گاؤں کے بعض افراد کا ان آبادکاروں پر دعویٰ کرنا کہ اس ارضی کو ان آبادکاروں سے واپس لے کر گاؤں
کے باشندگان میں تقسیم کیا جائے صحیح نہیں اور ان کا یہ دعویٰ شرعاً بالکل غلط اور ناحق ہے۔

اس کے علاوہ صورت مسئلہ کے مطابق گاؤں کے ان بعض افراد کا یہ دعویٰ ایک اور وجہ سے بھی قابل سماعت
نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ان دعویداران کا یہ دعویٰ ۱۰۰-۱۲۰ سال بعد کا ہے حالانکہ شریعت مقدسہ نے سماع دعویٰ کے
لئے زیادہ سے زیادہ ۳۶ سال کی تاخیر کی حد مقرر کی ہے۔ اس لئے جو دعویٰ بلا عذر شرعی ۳۶ سال موخر ہو جائے۔ تو اتنی
تاخیر کے بعد شرعاً اس دعویٰ کو نہیں سنا جائے گا اتنی مدت تاخیر اس بات کی دلیل ہے کہ مدعی بہ دعویہ اراکات حق نہیں کما
فی شرح المجملۃ ولا تسمع بعد مرور ست وثلاثین سنة..... ثم ادعی متولی
وقف انہ من مستغلات وقفی فلا تسمع دعواہ (شرح المجملۃ لرستم باز مادۃ
۱۶۶۱ ص ۹۸۶) وفيہ ایضاً لا ترک الدعوی زماناً مع التمكن من قیامہا یدل
علی عدم الحق ظاہراً (ص ۹۸۳) اور اتنی تاخیر کے بعد عدم سماعت کا حکم اتنا اٹل ہے کہ اگر کسی قاضی (بیج)
کو حاکم وقت بھی سماع دعویٰ کا حکم دے تب بھی قاضی اس دعویٰ کو نہیں سنے گا کما فی شرح المجملۃ واما اذا
مضی علی الدعوی ثلاثین سنة فلا تسمع دعواہ (شرح المجملۃ لرستم باز مادۃ
۱۶۶۱ ص ۹۸۶) اور اتنی تاخیر کے بعد عدم سماعت کا حکم اتنا اٹل ہے کہ اگر کسی قاضی (بیج)

بسماعہا۔ (شرح المجلدہ لستم باز صفحہ نمبر ۹۸۳)

لہذا اس وجہ تاخیر کی بناء پر بھی ان مدعیان کا یہ دعویٰ قابل سماعت نہیں۔

هذا ما ظهر لي والله اعلم وعلمه اتم

موت میں معاون ادویات کے استعمال کا حکم

س: جناب مفتی صاحب! جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ ایک مسئلہ کے بارے میں دریافت کرتا ہے۔
وہ یہ ہے کہ بسا اوقات ایک شخص کسی ایسے لاعلاج مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کی اس مرض سے صحت یاب ہونے کی کوئی توقع نہیں ہوتی اور نہ وہ مرتا ہے بلکہ اس مرض کی وجہ سے ایک طرف تو خود وہ مریض بھی اذیت میں گرفتار ہوتا ہے تو دوسری طرف وہ اپنے اہل خانہ پر بوجھ ہوتا ہے اور اس مریض کی وجہ سے ان کی زندگی اجیرن بن چکی ہوتی ہے اب اگر کوئی ڈاکٹر یا کوئی دوسرا شخص صرف اس نیت سے اس کو کوئی ایسی دوا یا انجکشن لگا دے کہ وہ مریض خود بھی جلد از جلد مر کر اس اذیت سے نجات پائے اور اس کے اہل خانہ بھی اس کی ذمہ داری سے عہدہ برہ ہوں کیا شریعت میں اس کی گنجائش ہے جبکہ مریض کا مرتا ہی اس کے لئے اور اسکے اہل خانہ کے لئے ظاہری طور پر بہتر ہے۔ براہ کرم قرآن و سنت کی روشنی میں مدلل جواب دیجئے۔ والسلام المستفتی

ایم۔ کریم حیات آباد پشاور

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب وباللہ التوفیق

انسانی زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت اور اس کا دین ہے اس کا بلکہ انسان کی ملکیت میں تمام اشیاء کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے گویا انسان نہ اپنے مملوک مال کا حقیقی مالک ہے اور نہ اپنے نفس کا تو جس طرح کسی انسان کے لئے اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ وہ دوسرے کے مملوک اشیاء کو کھلی یا جزوی نقصان پہنچائے تو اسی طرح اس کو اس بات کا بھی ہرگز کوئی اختیار نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ویسے یا کسی مصیبت اور کرب سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہلاک کرے یا اپنے کسی عضو کو نقصان پہنچائے بلکہ اس کا جسم اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اس کی حفاظت اس انسان پر لازمی فریضہ ہے اپنے آپ کو ہلاک کرنے کا طریقہ اختیار کرنا خود بھی اس کے ناجائز ہونے کے ثبوت دیتا ہے اور رسول

ﷺ نے بھی اس طرح کے اقدام پر سخت وعیدیں فرمائی ہے چنانچہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری دونوں میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے پہاڑ سے چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو ہلاک کیا تو دوزخ میں بھی وہ شخص اپنے آپ کو اسی طرح ہلاک کرتا رہے گا اور جس نے کسی کسی تیز دھار آلہ سے خودکشی کر لی تو دوزخ میں بھی اسی طرح اپنے اوپر وار کرتا رہے گا (بحوالہ جدید فقہی مسائل)

اسی طرح حضرت جندب بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ تم سے پہلے اقوام میں ایک شخص زخمی تھا وہ اس شدت تکلیف سے خوف زدہ ہوا پھر اس نے چھری لے کر اپنے ہاتھ کو کاٹ ڈالا اور خون نہ روک سکا۔ یہاں تک کہ اس کو موت آئی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے اپنے معاملہ میں میرے ہی فیصلہ کی کوشش کی ہے (بحوالہ جدید فقہی مسائل) اور خود دو برس رسالت ﷺ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کسی غزوہ میں بڑی بہادری سے جنگ کر رہا تھا جس کو دیکھ کر صحابہ کرام داد دے رہے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جہنمی ہے کچھ دیر بعد اس شخص نے زخموں کی تاب نہ لا کر اپنی تلوار سے خود کو ہلاک کر دیا اسی طرح بے صبری اور عجلت نے شہادت کو خودکشی میں تبدیل کر دیا اور جہنم کا مستحق ہو گیا (صحیح مسلم بحوالہ اسلامی آداب زندگی ص ۶۱)

کسی مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنا تو دور کی بات ہے مصیبت، مرض وغیرہ کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا بھی شریعت میں گناہ ہے۔ عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا يتمنين احدكم الموت من ضرا صابه فان كان لا بد فاعلا فليقل اللهم احيني ما كانت الحياة خيرا لي و توفني اذا كانت الوفاة خيرا لي (مشکوٰۃ ۱/۳۵۰ باب تنی الموت)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی تم میں سے کسی مصیبت جو اس پر نازل ہوئی ہو کی وجہ سے موت کی تمنی نہ کرے اور اگر بہت ہی ضروری ہو تو یہ کہے کہ اے اللہ جب تک میری حیاۃ میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لئے بہتر ہو تو مجھے موت عطا فرما۔ بلکہ حضرت انسؓ سے دوسری روایت ہے:

ان النبی ﷺ قال لا يتمنين احدكم الموت لضر نزل به فاما محسنا فمعي ان يزاد و اما مسينا فمعي ان يتوب (بحوالہ فتاویٰ معاصرہ ۱/۷۷۷) کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی اس ضرر (تکلیف) کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے جو اس پر نازل ہوا ہے اس لئے کہ اگر یہ شخص نیک ہو تو ہو سکتا ہے کہ اور بھی نیکی کرے اور اگر وہ گنہگار ہو تو ہو سکتا ہے کہ توبہ کرے۔

لہذا انہی تصریحات کی وجہ سے فقہاء کرام نے اس علاج سے بھی منع فرمایا ہے جس میں مصیبت یا کامکان نہ ہو اور اس علاج سے اس کی موت یقینی ہو۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری (ہندیہ) میں ہے: فی الجراحات

المخوفة و الفروح العظيمة والحصة الواقعة في المثانة ونحوها ان قيل قد ينجو
وقد يموت او ينجو ولا يموت يعالج وان قيل لا ينجوا اصلا لا يداوى بل يترك
(الفتاوى الهندية ۱۱۴/۱) سنگین اور کاری زخموں اور مثانہ میں ہونے والی پتھریوں اور اس کے مثل میں اگر اطباء کی
رائے ہو کہ ممکن ہے بچ جائے اور ممکن ہے مر جائے یا یہ کہ بچ جائے گا مرے گا نہیں تو ان آلات جارحہ کے ذریعہ علاج
کیا جائے گا اور اگر کہا گیا کہ صحت کی کوئی امید نہیں تو پھر ایسا علاج نہیں کرایا جائے گا بلکہ چھوڑ دیا جائے گا۔ اس لئے کہ
اس قسم کے اقدام میں ایک طرف تو خودکشی کا عمل ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت بکراں سے مایوسی ہے اور اللہ
تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا حرام ہے۔ اس لئے بظاہر کسی لا علاج مرض میں مبتلا شخص کو اس کی اجازت سے یا ورثاء
کے کہنے پر تاکہ اس کو موت آ کر وہ اس کرب و مصیبت سے نجات پائے اور دوسرے افراد بھی اس کی ذمہ داری سے
عہدہ برآ ہو جائے ناجائز اور حرام ہے۔ اس طرح کرنے سے مریض اور اس کے اہل خاندان کے ساتھ ساتھ معالج بھی
اس قتل نفس کے جرم میں برابر کے شریک ہوگا۔ اور اس طرح کے عمل (موت میں مددگار ادویات کے استعمال) کو
آپریشن اور علاج جاسی اندام کے کاٹنے یا تراش و خراش اور اسکے قطع برید پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں اس لئے کہ جسم کے کسی
متاثر عضو کے کاٹنے یا تراش و خراش سے مقصود جسم کے دوسرے اعضاء کو اس کے معضرات سے محفوظ کرنا ہوتا ہے اور
چونکہ اس اندام کے باقی رکھنے میں اس کی جان کو بھی خطرہ ہوتا ہے اسلئے اسکی جان بچانا مقصود ہوتا ہے فقہ کا ایک مسلمہ
قاعدہ ہے کہ من ابتلی بلبیتین فلیختر اھونھما الخ کہ جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے اس کو
چاہیے کہ وہ اھون (کم) کو اختیار کرے چونکہ جان کا چلا جانا بڑی مصیبت ہے اور کسی متاثر اندام کا کٹ جانا اس سے کم
مصیبت ہے۔ اسلئے شریعت مقدسہ نے اس کو ضرورتاً جائز قرار دیا ہے۔ اسکے علاوہ اس قطع و برید میں جسمانی مصلحت
مقصود ہوتا ہے۔ اس کی مثال احادیث مبارکہ میں موجود ہے چنانچہ غزوہ بدر کے موقع پر ایک مسلمان مجاہد معاذ بن عمروؓ کا
ہاتھ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کے وار سے اس طرح کٹ گیا کہ صرف چمڑا (تسمہ) رہ گیا تھا اور ہڈی لٹک رہی تھی۔ چونکہ
دشمن کا مقابلہ کرنے میں اس کو دشواری پیش آرہی تھی اس لئے اس نے اپنا ہاتھ کھینچ کر الگ کر دیا اور دشمن کے ساتھ لڑائی
میں مشغول ہوئے۔ چنانچہ آپؐ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ (سیرت مصطفیٰ ۲/۹۷)

هذا ما ظہر واللہ اعلم وعلمہ اتم

مختار اللہ حقانی

خادم دارالافتاء وشعبہ تخصص فی الفقہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک